رفیع اللہ

عربی رسم الخط کی اصلاح کا مسئلہ

اس دور میں جو قومیں ترقی کی دوڑ میں پیچھے رہ گئی ہیں ان کے کچھ اہل قلم اپنے اپنے ہاں کے قدیم رسم الخط کو بھی اس زوال کا ایک سبب قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک یورپین اقوام کی ترقی زیادہ تر ان کے سہل اور کارآمد رومن رسم الخط کی وجہ سے ہے۔ اور جب تک اسے اختیار نہیں کیا جائے گا ترقی ممکن نہیں۔ یہ بات اگرچہ کسی حد تک صحیح ہے کہ سہل اور کارآمد رسم الخط قوم کی علمی، ادبی اور ثقافتی ترقی کا باعث ہوتا ہے جو کسی حد تک مجموعی ترقی کا ایک حصہ ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ رومن رسم الخط اختیار کیے بغیر ترقی ممکن نہیں حقیقت سے انحراف کرنا ہے۔ کیا جاپانی قوم دوسری یورپین اقوام سے کسی لحاظ سے پسماندہ ہے جب کہ اس کا رسم الخط شاید دنیا بھر میں سب سے زیادہ پیچیدہ ہے۔

دوسری زبانوں کی طرح عربی زبان بھی ایسے ہی دور سے گزر رہی ہے۔ کچھ اہل قلم اگر اس کے لیے رومن رسم الخط تجویز کر رہے ہیں تو کچھ موجودہ رسم الخط کو زیادہ کارآمد بنانے کی کوشش کر رہے ہیں تاکہ ٹائپ کے حروف کی تعداد کم ہو جائے۔ اس سلسلے میں جو مختلف تجاویز عرب ممالک میں زیر بحث ہیں وہ قارئین کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ ان تجاویز کی اہمیت ہمارے لیے اس لیے بھی بڑھ جاتی ہے کہ اردو زبان کو اب لیتھو سے ٹائپ کی طرف منتقل کرنے کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے۔

دوسری اقوام کی طرح عربوں میں بھی یہ احساس قوی ہو چکا ہے کہ ان کی پسماندگی کی ایک وجہ ان کا رسم الخط ہے۔ ان کا یہ خیال ہے کہ اگر ان کا رسم الخط بھی یورپی اقوام کی طرح زیادہ

سہل اور کار آمد ہوتا تو وہ ترقی کی دوڑ میں ان سے پیچھے نہ رہ جاتے۔ چنانچہ ۱۹۳۸ء سے یہ مسئلہ مجمع العلمی العربی قاہرہ کے زیر بحث ہے۔ ۱۹۵۶ء میں دمشق میں عرب اہل قلم کی جو کانفرنس ہوئی اس کا مرکزی مضمون یہی تھا۔ پچھلے سال اپریل میں رباط (مراکش) میں عرب کانفرنس میں اس مسئلہ کو پھر زیر بحث لایا گیا۔ چنانچہ رسم الخط اختیار کرنے کے علاوہ اور بھی بہت سی تجاویز پیش کی جا چکی ہیں جن میں چار تجاویز کو قابل اعتنا سمجھا گیا ہے۔

رومن رسم الخط والی مختلف یورپی زبانوں کے برعکس عربی حروف تہجی میں ہر آواز کے لیے علاحدہ حرف ہے۔ مثلاً "ش" کی آواز کے لیے انگریزی زبان میں مختلف ہجے اختیار کیے جا سکتے ہیں۔ تاہم وہ اہل قلم جو موجودہ رسم الخط کو عربوں کی ترقی میں حائل سمجھتے ہیں اس پر دو اعتراض کرتے ہیں۔ پہلا اعتراض یہ ہے کہ ٹائپ میں عربی حرف ایک لفظ میں مختلف شکلیں اختیار کرتا ہے یعنی ابتدائی، درمیانی اور آخری مثلاً حرف "ب" کو ہی لیجیے کہ ان الفاظ "بدل"، "تربیت" "کتب" میں ٹائپ کے لیے اس کی تین مختلف شکلیں بنتی ہیں۔ اور جب یہ حروف دوسرے حروف کے ساتھ ملا کے استعمال کیے جائیں تو ان کی اور مزید شکلیں بنتی ہیں جن سے ٹائپ کے لیے حروف کی تعداد پانچ چھ سو تک پہنچ جاتی ہے۔ جس سے چھاپنے پر زیادہ وقت، محنت اور دولت خرچ ہوتی ہے اور پھر یہ پڑھنے والوں پر غیر ضروری بوجھ ڈالتا ہے جو علمی اور ثقافتی ترقی میں رکاوٹ کا سبب بنتی ہے۔

دوسرا اعتراض ٹائپ میں اعراب کی مشکل کے متعلق ہے کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ اعراب کے بغیر عربی زبان کو تیزی سے اور صحیح پڑھنا بڑا مشکل کام ہے۔ چنانچہ مصر میں عربی زبان کی اکیڈیمی کے ایک رکن سید محمود تیمور (جنھوں نے رسم الخط کی اصلاح کی تجویز بھی پیش کی ہے) نے دعویٰ کیا ہے کہ ایسے اشخاص جنھوں نے عربی زبان کی تحصیل و تعلیم میں عمریں صرف کی ہیں بہت سی حالتوں میں ان کے لیے بھی بغیر اعراب کے صحیح عربی پڑھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ عربی کے اکثر الفاظ مثلاً "عمل" یا "کتب" کہ اگر ان الفاظ پر اعراب نہ ہوں تو یہ کم از کم تین

طرح سے پڑھے جا سکتے ہیں اور اتنے ہی ان کے معنی بنتے ہیں مثلاً عَمَلٌ (عمل کیا)، عُمِلَ (عمل کیا گیا)، عَمَلٌ (کام)۔ یا مثلاً ملک کا لفظ کہ کم از کم چھ طرح سے پڑھا جا سکتا ہے (۱) مَلَکَ (وہ مالک ہوا) (۲) مُلِکَ (مالک کیا گیا) (۳) مَلِکٌ (بادشاہ) (۴) مُلْکٌ (حکومت) (۵) مَلَکٌ (فرشتہ) (۶) مِلْکٌ (ملکیت) وغیرہ۔ بعض الفاظ کے متعلق تو دعوےٰ کیا جاتا ہے کہ وہ بیس سے بھی زیادہ طریقوں سے پڑھے جا سکتے ہیں۔

ان مشکلات کے پیش نظر ابھی تک صحیح عربی پڑھنے کا قاعدۂ کلیہ یہ ہے کہ متن کو سمجھ کر پڑھا جائے۔ دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ صحیح عربی پڑھنے سے پہلے عبارت کا سمجھنا ضروری ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ عربی زبان میں اعراب بعد کی ایجاد ہیں اور اب بھی اہل علم اعراب کے بغیر پڑھتے اور لکھتے ہیں لیکن زمانہ اتنی ترقی کر چکا ہے کہ زبان کو صرف اہل علم تک محدود نہیں رکھا جا سکتا بلکہ عوام کی اکثریت جو علم حاصل کرنا چاہتی ہے ان کے لیے لکھنے پڑھنے کے آسان مواقع فراہم کرنے ضروری ہو گئے ہیں۔ ان کے لیے بغیر اعراب کے زبان کا پڑھنا اور سمجھنا مشکل ہے۔ اس لیے یہ خیال پختہ ہوتا جاتا ہے کہ اگر عرب دنیا سے صحیح معنوں میں جہالت کو دور کرنا ہے تو رسم الخط کو سادہ اور کار آمد بنایا جائے۔

اصلاح کی تجاویز

یہاں تک تو بہت سے اہل علم متفق ہیں۔ ان کا اختلاف زیادہ تر اصلاح کی تجاویز سے ہے۔ ان میں کوئی اگر رومن رسم الخط اختیار کرنے کے حق میں ہے تو اکثر موجودہ رسم الخط ہی کو سہل اور کار آمد بنانا چاہتے ہیں۔ یعنی ٹائپ کے حروف کی تعداد جو پانچ چھ سو تک پہنچ جاتی ہے اس کو ممکن حد تک کم کیا جائے اور ہو سکے تو اس تعداد کو رومن رسم الخط کی طرح صرف حروف تہجی تک محدود کر دیا جائے۔ کچھ ماہرین یہ کوشش کر رہے ہیں کہ عربی کے اعراب کو ایسی شکل دی جائے تاکہ وہ حروف کا ایک حصہ بن جائیں اور پڑھنے میں آسانی ہو۔

رومن رسم الخط کی تجویز

عربی زبان کے لیے رومن رسم الخط اختیار کرنے کی تجویز سب سے پہلے مسٹر عبدالعزیز فہمی نے پیش کی ہے۔ ان کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ دنیا کی اکثر اقوام نے اس رسم الخط کو اختیار کر رکھا ہے جو اس کے مفید اور کارآمد ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ ان کے نزدیک یہ تبدیلی عرب زندگی میں معجزانہ تبدیلیوں کی حامل ہوگی اور عرب، دنیا کی دوسری قوموں کے قریب ہوجائیں گے۔ اور اس طرح جدید تہذیب سے نفرت کی بجائے اس کا خیر مقدم کریں گے۔ اصل میں یہ وہ لوگ ہیں جن کی آنکھوں کو تہذیب جدید نے خیرہ کر دیا ہے۔ اس لیے اکثر اہل علم نے اس کی سخت مخالفت کی ہے۔ ان کے نزدیک موجودہ عربی رسم الخط میں ایسی اصلاحات ممکن ہیں جو اس کو ویسا ہی کارآمد بنا سکتی ہیں۔ ان کے نزدیک اقوام عالم کو ایک دوسرے سے قریب لانے والی چیزیں نظریۂ حیات، معاشی نظریات، ثقافت اور دوسری چیزیں ہیں۔ اور اگر تمام قوموں کو متحد ہی کرنا ہے تو یہ کلہاڑا عربی رسم الخط پر ہی کیوں چلایا جائے اس مقصد کے لیے ایک نئی عالمی زبان ہی کیوں نہ بنائی جائے۔

یہ دعوٰے دلیل کا محتاج ہے کہ رومن رسم الخط اختیار کرنے سے دوسری زبانوں میں زیادہ وسعت آگئی ہے اور جن قوموں نے مثلاً ترک انڈونیشی وغیرہ جنھوں نے اس کو اختیار کیا ہے ان کی بابت یہ دعوٰے نہیں کیا جاسکتا کہ وہ دوسری ایشیائی اقوام سے زیادہ ترقی یافتہ ہوگئی ہیں۔ اس کے برعکس جاپانی قوم جس کا رسم الخط عربی سے بھی زیادہ پیچیدہ ہے کسی لحاظ سے یوربین اقوام سے پیچھے نہیں ہے بلکہ اکثر یوربی اقوام سے زیادہ ترقی یافتہ ہے۔

اس کے علاوہ عربی زبان کا صوتی نظام دوسری زبانوں سے، جن کے لیے رومن رسم الخط اختیار کیا جاچکا ہے، بالکل مختلف ہے۔ اس لیے اگر اس کے لیے رومن رسم الخط اختیار کیا گیا تو ان عربی اصوات کے لیے او رہبت سے رومن حروف بنانے پڑیں گے جن کے

اوپر نیچے مختلف علامتیں ہوں اور یہ چیز اسے عربی رسم الخط سے بھی زیادہ پیچیدہ بنا دے گی۔

دوسرے یہ کہ رومن رسم الخط عربی زبان کو اس چیز سے جس سے یہ عربی زبان ہے محروم کر دے گی یعنی قدیم علمی اور ثقافتی ورثہ سے۔ ہوسکتا ہے کہ ترکی اور انڈونیشی زبان میں قدیم علمی اور ثقافتی سرمایہ کافی مقدار میں نہ ہو یا ہو بھی تو اس کو آسانی سے چھوڑ کر اس کے بغیر کام چلایا جاسکتا ہو لیکن عربی زبان کے لیے یہ ممکن نہیں ہے۔ ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے سید عبدالعزیز فہمی اور ان کے حواریوں کا یہ خیال غلط معلوم ہوتا ہے کہ رومن رسم الخط ہی عرب دنیا کو عروج پر پہنچا سکتا ہے۔

موجودہ رسم الخط کی اصلاح کی تجاویز

رومن رسم الخط کے مخالفین صرف منفی طرز عمل نہیں رکھتے بلکہ انھوں نے موجودہ رسم الخط کو کارآمد بنانے کی عملی تجاویز پیش کی ہیں۔ ان تجاویز میں ٹائپ کے حروف کو گھٹانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ایک تجویز یہ پیش کی گئی ہے کہ اصل حروف کے ساتھ حروف علت کا اس طرح اضافہ کیا جائے کہ پڑھنے میں آسانی ہو۔ لیکن یہ چیز بجائے آسانی کے زیادہ پیچیدہ ہو جائے گی اور اصلی حروفِ علت کو اعرابی حروفِ علت سے پہچاننا مشکل ہو جائے گا جو بجائے آسانی کے زیادہ مشکلات پیدا کرے گا۔ دوسرے اس سے ٹائپ کے حروف کم نہیں ہوں گے بلکہ ان کی لمبائی چوڑائی اور بڑھ جائے گی جو نسبتاً زیادہ جگہ گھیرے گی۔

اصلاح کی مندرجہ ذیل چار تجویزوں کو قابل اعتنا سمجھا گیا ہے:

پہلی تجویز

پہلی تجویز سید نصری خطّار نے متحدہ عربی کے نام سے پیش کی ہے۔ اس کو متحدہ کا نام اس لیے دیا گیا ہے کہ اس میں ہر حرف کی مختلف حالتوں مثلاً ابتدائی، درمیانی، اور آخری کو ملا کر صرف ایک حرف تہجی میں متحد کر دیا گیا ہے جو یہ ہے:

ا ب ت ث ج ح خ د ذ ر ز س ش ص ض ط
ظ ع غ ف ق ک ل م ن ھ و لا ی ے ۃ ء

ان کا دعویٰ ہے کہ عربی ٹائپ کے موجودہ سینکڑوں حروف عیسائی مبلغوں کی اندھی تقلید کا نتیجہ ہے۔ یہ لوگ اگرچہ عربی ٹائپ کے موجد ہیں لیکن ان کو عربی زبان کا صحیح ذوق مطلقاً نہیں تھا۔ اور نہ ہی اس میں ان کو مہارت حاصل تھی، اس لیے وہ اس کے لیے کوئی سادہ ٹائپ ایجاد نہ کر سکے جب کہ ایسا ہونا ممکن تھا۔ جیسا کہ اوپر کے حروف تہجی سے معلوم ہوتا ہے کہ ٹائپ کے پانچ صد حروف کو تئیس کی تعداد تک محدود کر دیا گیا ہے۔ ان کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ انگریزی ٹائپ کی طرح اس عربی ٹائپ میں بھی باریک چھپائی ممکن ہے اور تین سو صفحوں کی کتاب کو سو صفحوں میں سمویا جا سکتا ہے۔

اس تجویز کی بھی رومن رسم الخط کی طرح مخالفت کی گئی کہ یہ ہم کو اسلاف کے قیمتی سرمایہ سے محروم کر دے گی۔ حالانکہ اس اعتراض میں اتنا وزن نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے مجوزہ حروف قدیم رسم الخط سے ملتے جلتے ہیں۔ بہر حال یہ تو ظاہر ہے کہ جو بھی اصلاح کی جائے گی اس میں کچھ نہ کچھ تبدیلی تو ناگزیر ہے۔

دوسرا اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ ٹائپ اور ہاتھ کی تحریر میں بڑا فرق ہوگا اور بچوں کو دونوں میں مہارت حاصل کرنی ہوگی ایک پڑھنے کے لیے اور ایک لکھنے کے لیے جس سے ان کا بوجھ دوچند ہو جائے گا۔ یہ اعتراض اتنا وزنی نہیں کیونکہ تمام زبانوں میں کم و بیش یہ حالت موجود ہے۔ انگریزی زبان ہی کو لے لیجیے کہ اس میں ٹائپ اور لکھنے کا علاحدہ علاحدہ طریقہ ہے لیکن انھیں یہ مشکل کبھی پیش نہیں آئی۔ اعتراض کرنے والوں کو دلائل کی کمی نہیں، چنانچہ انھوں نے اس تجویز پر ایک اعتراض یہ بھی کر ڈالا کہ اس کی خوبصورتی میں فرق آجائے گا۔ یہ اعتراض برائے اعتراض صرف اس لیے ہے کہ انسان کو ہر قدیم چیز سے ایک قسم کا نفسیاتی لگاؤ سا ہو جاتا ہے نئے ٹائپ کو بھی خوبصورت بنایا جا سکتا ہے۔

دوسری تجویز

دوسری تجویز سید محمود تیمور نے جن کا ذکر پہلے گزر چکا ہے پیش کی ہے۔ یہ تجویز پہلی سے ملتی جلتی ہے اور ٹائپ کے حروف کو تین تک محدود کرنے کے لیے ان کی شکلیں مختصر کر دی گئی ہیں۔ اس میں ایک خوبی یہ ہے کہ قدیم رسم الخط سے بہت تھوڑا فرق معلوم ہوتا ہے

أَرَى أن نَخْتَصِرَ مِنْ صُوَرِ الحروفِ على صُورَةٍ وَاحِدَةٍ، وبذلكَ يَكُونُ لِصُندُوقِ الحُروفِ المطبعيّة عيوبٌ لا تَتَجاوَزُ الثَّلاثِينَ

تیسری تجویز

تیسری تجویز یہ ہے کہ تھوڑی سی تبدیلی کے بعد قدیم کوفی رسم الخط اختیار کر لیا جائے کیونکہ اس میں حروف کی تعداد پہلے ہی چالیس کے قریب ہے جو ٹائپ کے لیے آسانی سے اختیار کیے جا سکتے ہیں۔ یہ حروف الفاظ میں جہاں بھی استعمال کیے جائیں ان کی حالت ایک ہی سی رہتی ہے اور ان کے سائز کو گھٹایا بڑھایا جا سکتا ہے۔ اور اگر ایک دفعہ آنکھیں اس کی عادی ہو گئیں تو یہ موجودہ رسم الخط سے زیادہ آسان اور سہل معلوم ہوگا۔ تاہم اس میں یہ نقص ضرور ہے کہ الفاظ کو واضح کرنے کے لیے اعراب نہیں ہیں۔ دوسرے بعض اوقات ملحقہ حروف ایک دوسرے کے اندر استعمال ہوتے ہیں جو پڑھتے وقت دماغ پر بوجھ ڈالتے ہیں۔ اس لیے اس میں کافی اصلاح کی گنجائش ہے۔ لیکن اس اصلاح سے ٹائپ کے لیے اس کے حروف بھی بڑھ جائیں گے۔

چوتھی تجویز

چوتھی تجویز سید احمد الخدار نے پیش کی ہے۔ آپ حکومت مراکش کے بنیادی تعلیمی بورڈ کے ناظم ہیں۔ انھوں نے قدیم رسم الخط میں تھوڑا سا رد و بدل کر کے عربی ٹائپ کے لیے ایک نیا طریقہ نکالا ہے۔ سید الخدار نے محسوس کیا کہ ملک میں تعلیم عام کرنے کے لیے ضروری ہے کہ

عربی ٹائپ کی اصلاح کی جائے۔ چنانچہ انھوں نے بڑی محنت سے ٹائپ کے پانچ سو حروف کو ستاسٹھ حروف تک محدود کر دیا ہے۔ چونکہ یہ تجویز قابل عمل تھی اس لیے فوراً اس کا تجربہ کیا گیا جو بڑی حد تک کامیاب ثابت ہوا۔ نئے پڑھنے والوں کے لیے اس ٹائپ میں ایک اخبار "منار المغرب" نکالا گیا۔ حکومت مراکش کو جب اس کی افادیت کا یقین ہو گیا تو اس نے ملک میں درسی کتب چھاپنے کے لیے اسے اختیار کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ حکومت کے اس طرز عمل کا دوسرے عرب ملکوں پر خاطر خواہ اثر پڑا۔ چنانچہ پچھلے سال رباط میں جو عرب کانفرنس ہوئی اس میں اس تجویز کی افادیت بھی زیر بحث آئی اور اس کے حق میں قرارداد منظور کی گئی۔

اوپر والی تجاویز کو مدنظر رکھتے ہوئے اگرچہ ٹائپ کے حروف کو ستاسٹھ سے بھی کم کیا جا سکتا ہے لیکن یہ ماننا پڑتا ہے کہ ابھی تک صرف جناب الحذار کی تجویز ہی زیادہ قابل عمل ہے اور یہ سچ بھی ہے کہ وہ عربی زبان کے لیے کم خرچ چھپائی کا طریقہ ایجاد کرنے میں خاصے کامیاب ہیں۔ دوسری تجاویز کے برعکس اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس میں اعراب بڑی آسانی سے لگائے جا سکتے ہیں جب کہ دوسری تجاویز میں یہ مشکل بدستور باقی ہے۔ چنانچہ یہ سید احمد الحذار کا عربی زبان پر بہت بڑا احسان ہے کہ انھوں نے اس کے جلد سیکھنے اور صحیح پڑھنے کے راستے میں ایک بہت بڑی رکاوٹ کو دور کر دیا ہے۔

مسلم ثقافت ہندوستان میں

مصنف ——— عبدالمجید سالک

قیمت ——— ۱۲/ روپے

سیکرٹری ادارۂ ثقافت اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور